جمعیت علماء اسلام پاکستان اور اکابرین جمعیت علماء ہند
و
مولانا فضل الرحمٰن اور ان کی سیاست

بیان حافظ حسین احمد صاحب سابق سینیٹر ورہنما جمعیت علماء اسلام

مولانا فضل الرحمٰن اکابرین جمعیت علماء اسلام کی سیاسی جماعت کو تباہی کے اس مقام پر لے آئے کہ مجبوراً ان کی ذاتی مفادات کی سیاست پر قلم اٹھانا پڑا۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان جس کا دوبارہ احیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے 1956ء میں کیا تھا۔ یہ دونوں علماء کرام جمعیت علمائے ہند کے مرکزی رہنما تھے۔

جمعیت علماء ہند کی مرکزی مجلس عاملہ 9 ممبران پر مشتمل تھی[1] جن میں مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا محمد صادق صاحب کراچوی پاکستان بننے کے بعد پاکستان ہی میں مقیم تھے۔ جبکہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ لدھیانہ ہندوستان سے ہجرت کرنے کے بعد شروع میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس آکر لاہور قیام پذیر ہوئے۔ بعد ازاں ٹوبہ ٹیک سنگھ و منڈی بہاؤالدین اور آخر میں وفات تک فیصل آباد

(1) دیکھیے کتاب خطبات جمعیت علماء ہند، ص 27 (ترتیب: پروین روزینہ صاحبہ)

میں قیام پذیر رہے۔

مولانا زاہد الراشدی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

قیامِ پاکستان کے بعد مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ پاکستان میں جمعیت علماء ہند سے تعلق رکھنے والے حضرات ”حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ کراچی، مولانا سید گل بادشاہؒ آف مردان، مولانا عبد الحنان ہزارویؒ، مولانا مفتی عبد الواحدؒ اور مولانا مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ (صاحبزادہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ)“ کی میٹنگ ہوئی تھی جس میں ”جمعیت علماء پاکستان“ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

مگر اسے آگے چلانے کی کوئی بات انہوں نے ذکر نہیں فرمائی اور نہ ہی کہیں اور اس کا تذکرہ مل سکا ہے۔ جمعیت علماء ہند کے اکابر کی طرف سے یہ پاکستان کے قیام کے بعد اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی وفات کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے قائم کرنے کی پہلی کوشش تھی۔ سابق امیر جمعیت علماء اسلام مولانا سید حامد میاںؒ نے انجمن خدام الدین کے رسالہ حضرت لاہوریؒ نمبر میں تحریر فرمایا ہے:

جمعیت علماء اسلام کا اس موجودہ شکل میں احیاء اس طرح ہوا کہ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے حکمران ٹولے کے ساتھ اتنے زیادہ قریبی اور گہرے تعلقات تھے کہ جن کی وجہ سے ان کی ذات بری طرح مجروح ہو چکی تھی اور جمعیت علماء اسلام کا قدیم ڈھانچہ بے جان ہو گیا تھا۔ اسی سلسلے میں ملتان میں پہلی بار علماء کی اَز سرِ نو تنظیم ہوئی اور ”جمعیت علماءِ اسلام“ نام تجویز ہوا۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا عبدالحنان ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ بھی جو قدیم جمیعت علماء ہند کے نظماء وغیرہ رہتے آئے تھے، وہ بھی شریک ہوئے اور عہدیدار ہوئے۔ جمیعت علماء اسلام کا ازسرِ نو انتخاب عمل میں آیا اور حضرت لاہوری امیر قرار پائے۔[2]

ڈاکٹر خالد محمودؒ مانچسٹر فرماتے ہیں کہ تقسیم ملک کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (صدر جمیعت علماء ہند) نے مولانا احمد علی لاہوریؒ کو لکھا کہ تقسیم ہند کے بعد آپ کا تعلق جمیعت علماء ہند سے ٹوٹ چکا ہے۔ آپ پاکستان کی بہبود اور استحکام کے لیے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے تعاون کریں اور جمیعت علماء اسلام میں شامل ہو کر اپنے ملک کی خدمت کریں۔

مولانا احمد علی صاحبؒ ذکر فرماتے ہیں کہ اس خط نے ان پر گہرے نقوش چھوڑے اور انہوں نے ارادہ کرلیا کہ وہ جمیعت علماء اسلام کے تحت ملی اور ملکی خدمات سر انجام دیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد ان اکابر کے قریب کے علماء جمیعت کی سیاسی کشتی کو کچھ زیادہ ہمت سے نہ چلا

---

(2) ریکارڈ کی درستی کے لیے نوٹ فرمائیں۔ راقم نے مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا ذکر کہیں بھی جمیعت علماء ہند کی تاریخ میں نہیں پڑھا۔ نہ ہی وہ جمیعت علماءِ ہند کے اکابرین علماء میں شامل تھے۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ جمیعت علماء ہند کے نائب صدر اور ناظم رہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ پنجاب جمیعت علماءِ ہند کے صدر اور مرکزی جمیعت علماء ہند کے رکن رہے۔ مولانا محمد صادق کراچیؒ اور مولانا سید گل بادشاہؒ سندھ جمیعت علماء ہند اور سرحد علماء ہند کے صدر تھے۔

سکے۔ پاکستان پارلیمنٹ میں قراردادِ مقاصد پاس ہو چکی تھی اور اس کا تقاضا تھا کہ علماءِ حق زیادہ سے زیادہ مستحکم ہو کر پاکستان کو ایک صحیح اسلامی سلطنت بنانے کے لیے محنت کریں۔ اور اسی احساسِ شدید سے ملتان میں جمع ہوئے اور جمعیت علماء اسلام کی قیادت اور امارت کے لیے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا انتخاب کیا۔

(اقتباسات حضرت لاہوریؒ نمبر، رسالہ انجمن خدام الدین لاہور)

مولانا احمد علی لاہوریؒ، مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، مولانا عبد الحنان ہزارویؒ، مولانا سید گل بادشاہ اور جمعیت علماء ہند سے وابستہ علماء کرام نے 1956ء میں نئی جمعیت علماء اسلام کی بنیاد رکھی جس کے امیر مولانا احمد علی لاہوریؒ مقرر ہوئے۔ جمعیت علماء ہند کے مرکزی قائدین مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور مولانا عبد الحنان ہزارویؒ اس کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن اور عہدیدار تھے۔ جب جمعیت علماء اسلام پر پابندی لگی اور نظام العلماء قائم ہوئی تو اس کے اراکین میں مولانا لاہوریؒ اور مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ شامل تھے۔ (دیکھیے خطوط مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ بنام مولانا عبد الحقؒ اکوڑہ خٹک، مصنف: مولانا سمیع الحقؒ)

اس مختصر تاریخ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جمعیت علماء اسلام جس کا قیام 1956ء میں عمل میں آیا، اس کے بانیان جمعیت علماء ہند کی مرکزی مجلس عاملہ کے پاکستان میں رہنے والے اراکین تھے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کی 1962ء میں وفات کے بعد جمعیت علماء ہند کے نائب

صدر مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ حیات تھے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات کے بعد مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کو جمعیت علماءِ اسلام کا امیر بنانے کی تجویز پیش ہوئی لیکن مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے اس کو قبول نہ فرمایا اور جمعیت علماءِ اسلام سے الگ ہو گئے۔

مولانا رشید احمد لدھیانویؒ مرحوم سابقہ امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب نے اپنے ایک انٹرویو 2012ء میں فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد تجویز تھی کہ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کو جمعیت علماء اسلام کا امیر بنایا جائے۔ لیکن مفتی نعیم صاحبؒ نے دل چسپی نہیں لی۔

مولانا رشید احمد لدھیانویؒ مرحوم فرماتے ہیں کہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ جمعیت علماء ہند کے اول درجے کے اکابرین اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے زمانۂ صدارت میں جمعیت علماء ہند کے نائب صدر رہے تھے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات کے بعد جمعیت علماء اسلام میں ان کے ہم پلہ کسی سیاسی عالم کا موجود نہ ہونا تھا اور دوسری وجہ ان کی ضعیف العمری تھی۔

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے ایک صاحب زادے میاں عبد الوارث مرحوم نے اپنے انٹرویو 2011ء میں فرمایا تھا کہ مولانا لاہوریؒ کی وفات کے بعد کم درجے کے سیاسی علماء رہ گئے تھے یا شامل ہو گئے تھے اس وجہ سے مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے جمعیت علماءِ اسلام کی صدارت قبول نہیں کی اور اس سے الگ ہو گئے تھے۔ جمعیت علماء

اسلام کا تنزل 1962ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات اور مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے جمعیت علماء اسلام سے الگ ہو جانے کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ تنزل کا یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ جمعیت علماء اسلام کی تباہی اور تقریباً خاتمے پر انجام پذیر ہوا۔

خیبر پختون خواہ تک محدود مولانا فضل الرحمٰن کے گروپ کا جمعیت علماء اسلام کے نام کو استعمال کرنا اور ذاتی مفادات کی سیاست کے لیے اکابرین جمعیت علماء ہند کی جماعت "جمعیت علماء اسلام" کو موروثی جماعت بنانا یا کہنا اس کا عملی ثبوت ہے۔ حافظ حسین احمد صاحب سابق سینیٹر و رہنما جمعیت علماء اسلام کے بیان کے مطابق "مولانا فضل الرحمٰن جمعیت علماء اسلام کو اپنے والد سے منسوب کر کے موروثی جماعت ثابت کر رہے ہیں" جو کہ انتہائی غلط اور جمعیت علماء اسلام کی تاریخ کو مسخ کرنا ہے۔

جو حال موجودہ دور میں ہندوستان میں جمعیت علماء ہند کے ساتھ ہوا وہی جمعیت علماء اسلام کے ساتھ پاکستان میں پیش آیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب "جمعیت علماء ہند پر تاریخی تبصرہ" مصنف مفتی حفیظ الرحمٰن دہلویؒ ابن مفتی کفایت اللہ دہلویؒ (صدر جمعیت علماء ہند)

جمعیت علماء اسلام پاکستان کو جمعیت علماء ہند کے مرکزی اکابرین علماء نے 1956ء میں قائم کیا تھا۔ اس پر ماضی میں یا زمانہ حال میں موجود کسی بھی عالم یا غیر عالم کا دعویٰ موروثیت غلط ہے۔ جمعیت علماء اسلام کا نام استعمال کرنے والے موجودہ

اشخاص کے رہن سہن اور سابقہ اکابرین علماء حق کے رہن سہن اور ان کی سادہ زندگی کے تقابل کے لیے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

مولانا احمد علی لاہوریؒ

مولانا ابو الحسن علی ندویؒ اپنی کتاب "پرانے چراغ" میں مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی کا ایک واقعہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ایک رمضان مبارک میں میں مولانا کی خدمت میں مقیم تھا۔ مولانا نے ایک روز فرمایا کہ آج کھانا میرے ساتھ کھایئے گا۔ افطار ہم لوگوں نے پنجاب کے رواج کے مطابق مسجد میں پانی اور چھوہارے سے کیا۔ نماز مغرب کے بعد مولانا نوافل میں مشغول ہو گئے۔ فارغ ہوئے تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ مولوی صاحب! میں گھر میں اطلاع دینا بھول گیا کہ آج آپ ساتھ کھانا کھائیں گے۔ یہ کہہ کر مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا۔ کھانا آیا تو صرف روٹی اور دال کا پیالہ تھا۔ غالباً ماش کی تھی۔ اسی وقت دہی کا میری خاطر اضافہ کیا گیا۔ مولانا نے کھاتے ہوئے فرمایا کہ مولوی ابو الحسن صاحب! (مولانا مجھے اکثر اسی طرح یاد فرماتے تھے) ہم سے تو یہ دال اچھی ہے کہ یہ جس مقصد کے لیے پیدا کی گئی تھی اس نے پورا کیا، مگر ہم نے اپنی زندگی کا مقصد پورا نہیں کیا۔

اس کے بعد بغیر کسی معذرت کے کھانے میں شریک ہو گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ آج کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔"

مزید لکھتے ہیں:

"وہ عمر بھر انجمن خدام الدین اور مدرسہ قاسم العلوم سے جس کے وہ بانی اور روحِ رواں تھے، ایک پیسہ لینے کے کبھی روادار نہیں ہوئے۔ ساری عمر انہوں نے اعزازی اور رضاکارانہ طور پر خدمات انجام دیں اور اپنی اور اپنی اولاد کے لئے کوئی منفعت حاصل نہیں کی۔"

مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ

مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ مفتی متحدہ پنجاب تھے۔ جمعیت علماء ہند سے وابستگی جمعیت کے اولین دنوں سے تھی۔ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے اور ہندوستان میں "مدرسہ اللہ والا لدھیانہ" کے مہتمم وروحِ رواں تھے۔ آپ بڑے اکابر علماء ہند وپاکستان کے استاد تھے جن میں مولانا منظور احمد نعمانیؒ اور مولانا یوسف لدھیانویؒ شامل ہیں۔ پاکستان میں ہجرت کرنے کے بعد انتہائی سادگی کی زندگی گزاری۔ منڈی بہاؤالدین کی جامع مسجد میں دس سال بطور خطیب خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک رہے اور 1956ء میں مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ساتھ جمعیت علماءِ اسلام پاکستان کی بنیاد رکھی۔ مولانا

عبد الحقؒ اکوڑہ خٹک جب بھی مدرسہ کے سالانہ اجلاس میں بلاتے تو سفر کے خرچ کا انتظام مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک ہی کرتے تھے۔ (دیکھیے خطوط مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ بنام عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک)

1961-62ء میں آپ جامع مسجد جناح کالونی میں خطیب بن کر آئے اور وفات تک اسی مسجد میں خطیب رہے۔ ایک بار آپ کے چھوٹے صاحبزادے سید احمد اپنے والد مفتی محمد نعیمؒ سے ملنے جناح کالونی جامع مسجد گئے تو دیکھا کہ والد محترم مولانا محمد نعیمؒ اپنی چارپائی ضعیف العمری کے باوجود خود لا کر صحن میں بچھا رہے ہیں۔ آپ نے کسی مسجد کے خادم یا مدرسہ کے طالب علم کو زحمت نہ دی کہ چارپائی بچھانے میں مدد کرے۔ ان اکابر علماء کی سادگی اور رہن سہن سے سے صحیح الخیال علماءِ حق کی زندگی کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور موجودہ دنیا پرست اور شان و شوکت کی زندگی گزارنے والے سیاسی مولویوں کی زندگیوں سے سے موازنہ بھی ہو جاتا ہے۔

اکابر علماءِ لدھیانہ کے زہد اور فقر کے واقعات

علماءِ لدھیانہ نے انگریز کے خلاف عملاً بغاوت کی اور جہادِ اسلامی میں بذاتِ خود شریک ہوئے۔ علماء لدھیانہ سرفروش مجاہد تھے۔ جنگِ آزادی کے شریک اور مسلمانوں کی قومی اور سیاسی تحریکات کے علمبردار تھے۔ (مولانا ازہر شاہ قیصرؒ ابن علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ)

علماءِ لدھیانہ کی تاریخ سے نئی نسل بالکل ناواقف ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ علماء لدھیانہ خاندان کے بزرگوں نے آزادیِ ملک اور خدمات دین و ملت کے لیے اتنی بڑی قربانی دی کہ اگر کبھی دیانتداری سے تاریخ لکھی گئی تو اسی خاندان کا ذکر سر فہرست ہو گا۔ (ادارہ انجمن خدام الدین، بانی: مولانا احمد علی لاہوری)

1857ء کی جنگِ آزادی میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے شاگرد علماء لدھیانہ کے جدامجد مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے اپنے چار صاحبزادوں کے ہمراہ شرکت کی اور جان و مال کی قربانی دی۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے 1857ء میں انگریزوں کے خلاف فرضیتِ جہاد کا فتویٰ دیا۔

یہ فتویٰ دہلی کے اخبارات "صادق الاخبار" اور "ظفر اخبار" میں شائع ہوا جو آج بھی ہندوستان کے کتب خانوں میں محفوظ ہے۔ پنجاب کی تمام انقلابی افواج آپ کے زیر کمان تھیں۔ پنجاب کی افواج اور مجاہدین کو لے کر دہلی گئے۔ فتویٰ آزادی دیا اور انگریزوں کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا۔ قومی افواج کی شکست کے بعد پٹیالہ کے علاقے میں کئی برس تک روپوش رہے۔ بالآخر اسی غربت کی حالت میں انتقال فرمایا۔ افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالیؒ کے پوتے شاہ شجاع الملک اور شاہ زمان کو لدھیانہ میں انگریزوں نے نظر بند کیا۔ دونوں مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ سے بیعت ہوئے۔ افغانستان کے حکمران امیر دوست محمد خان کو بھی لودھیانہ میں انگریزوں نے نظر بند کیا۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ سے بیعت ہوئے۔ جب امیر دوست محمد خان دوبارہ

افغانستان کے حکمران بنے تو اس نے مولانا عبد القادر لدھیانویؒ سے افغانستان چلنے کی گزارش کی۔ مولانا عبد القادر لدھیانویؒ نے فرمایا:

”فقیر اور بادشاہ کے درمیان کوئی رشتہ نہیں رہ سکتا۔ تیرے ساتھ جانے سے دنیا کا بے شک فائدہ ہے لیکن دین کا سراسر نقصان ہے۔ تم خلافِ شرع حکم کروگے اور میں اس امر سے روکوں گا۔ جس سے تم آزردہ ہوگے۔ اور اگر نہ روکا، تمہارا لحاظ کیا تو میں گنہگار ہوں گا۔“

مولانا عبد القادر لدھیانویؒ کے فرزندوں مولانا محمدؒ، مولانا عبد اللہؒ اور مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ نے ہندوستان کی آزادی کا فتویٰ دار الحرب 1888ء میں تب دیا جب انگریزی حکومت کے مظالم سے اونچے درجے کے علماء بھی خوف زدہ تھے۔ اس وقت انگریزی حکومت کی مخالفت اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھی۔ لیکن علماءِ لدھیانہ نے پوری جرأت اور بہادری اور علمی دلائل کے ساتھ اس مسئلہ پر فتویٰ دیا اور اس کو فتویٰ نصرۃ الابرار کے نام سے شائع کیا۔

علماءِ لدھیانہ نے ہی سب سے پہلے مرزا غلام قادیانی مرتد کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ یہ فتویٰ ”فتاوی قادریہ“ کے نام سے ہندوستان میں شائع ہوا۔

جنگِ آزادی میں جدوجہد اور انگریزوں کے خلاف جنگ میں علماء لدھیانہ پر کسی قسم کے دباؤ، موت کے خوف، مالی مفاد اور لالچ کا اثر نہ ہوا۔ حالانکہ انگریزوں نے حسبِ روایت علماءِ لدھیانہ کو بھی خریدنے کی مکمل کوشش کی۔ ہزاروں ایکڑ

اراضی وغیرہ اور مختلف عہدے پیش کیے لیکن علماءِ لدھیانہ نے قبول نہیں فرمائے اور غربت کی زندگی گزاری۔

مولانا عبد القادر لدھیانویؒ کے فضائل اخلاق کے تحت تذکرۃ الرشید کے حوالے سے گزر چکا کہ ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے مولانا عبد القادرؒ کو بار بار کہا کہ اگر آپ شرعی مقدمات سرکاری ملازمت اختیار کرکے فیصلہ کیا کریں تو میں آپ کے نام منظوری منگوا سکتا ہوں۔ مولانا نے ہر دفعہ جواب دیا کہ مسائل دین کے بیان کرنے میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں۔

انگریزوں نے علامہ عبد القادر لدھیانویؒ کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کرلی بلکہ عبرت کے لئے آپ کے رہائشی مکانات، دیوان خانہ اور مسجد سب گرا کر اس پر ہل چلوا دیا۔ لدھیانہ شہر سے متصل موضع میں مولانا عبد القادر لدھیانویؒ کا ایک باغ تھا جو سو بیگھ زمین پر مشتمل تھا۔ اس کو بھی بحق سرکار ضبط کرلیا اور تمام جائیداد سے بے دخل کردیا۔

ایک دفعہ مولانا عبد القادرؒ کو بریلی کے قاضی نے سو روپے ماہوار دینا طے کرکے اپنے لڑکے کی تعلیم پر نوکر رکھنا چاہا۔ آپ نے قاضی کو فرمایا کہ تمہارے یہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے، اگر ہم نے آپ کی نوکری اختیار کی تو حرام کی تاثیر ہمارے رگ وریشہ میں ہوجائے گی تو ہم پھر اپنی باقی عمر کس طرح گزاریں گے؟

میر محبوب علی نے بوقت منصفی مقدمہ خانقاہ دو سو روپے بنام زکوٰۃ اخوند نور

الدین کے ہاتھ مولانا موصوف کو بھیجے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ روپیہ لینا مجھ کو حرام ہے کیونکہ یہ رشوت ہے، زکوٰۃ نہیں۔

علماءِ لدھیانہ کے نامور فرزند رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ (سابق صدر مجلس احرارِ اسلام ہند) اور مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (سابق نائب صدر جمعیت علماء ہند) نے اپنے بزرگوں کی طرح انگریزوں کے خلاف جنگِ آزادی میں حصہ لیا اور جان ومال کی قربانیاں دیں۔

علماءِ لدھیانہ کے متعلق قاری محمد طیبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے تاثرات

یہ خاندان باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ باطل اور طاغوت کے سامنے کہیں سر نہ جھکایا اور اس پُر خار راہ کی ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا اور برضا وتسلیم مصائب کا سامنا کیا۔ فتنہ خواہ حکومت وسیاست کی لائن سے آیا یا مذہب ودیانت کے حلقوں سے، مادیت کے راستوں سے نمودار ہوا یا روحانیت کے ناموں سے، انہوں نے ہر دور میں اسے پہچانا اور جلد پہنچانا۔ اس کی سرکوبی کی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کر کے اس سے محفوظ رکھا۔ برطانوی حکومت کی لائن سے جس قدر فتنے اٹھے اور جس رنگ میں بھی اٹھے ان کے خلاف اس خاندان کے اسلاف بھی اٹھے اور پھر اَخلاف نے بھی وہی کچھ کیا جو اسلاف نے کر دکھایا تھا۔ اور

ساتھ ہی غربت و تشدّد کے تمام مصائب بھی جھیلے جو اس راہ کے خواص آثار میں سے ہیں، مگر کلمہ حق کی تبلیغ و ترویج نہ چھوڑی اور نہ ہی اس میں کسی اپنے اور بیگانے کی ذرہ برابر رعایت کی، بلکہ بلاخوف لومۃ لائم اعلانِ حق کیا، خواہ اس کی پاداش میں اپنا کچھ بھی کھودینا پڑا۔ ہو سکتا ہے کہ عملی جزئیات میں ان سے کسی کو اختلاف ہو مگر دنیا کا کوئی بھی حق پرست انسان ان جذباتِ حقہ کی قدر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"اول بآخر نسبتے دارد" کے اصول پر جس طرح اس خاندان کے اسلاف پر اعلانِ حق کی بدولت وہ وقت بھی آیا کہ انہیں وطن مالوف اور گھر بار چھوڑ کر غربت کی زندگی اختیار کرنی پڑی اور ان کی غیبت میں دشمنانِ حق نے ان کے گھروں ہی کو نہیں ان کی عبادت گاہوں تک کو جلا ڈالا۔ اسی نہج سے اخلاف خاندان کو بھی آج راہِ محبت کی یہ تمام تلخیاں سہنی پڑ رہی ہیں۔ وطن مالوف چھوٹا، گھر بار ہاتھ سے نکلا، خاندان کے کتنے ہی مردوں عورتوں نے حیاتِ غربت کے ساتھ موتِ غربت اختیار کی، مدارس ہاتھ سے گئے، معابد اور مساجد قبضہ سے نکل گئیں جن میں برسوں سے قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صدائیں اٹھتی رہیں اور نہ معلوم کہ وہ باقی ہیں یا یکسر دوسرے نقشوں میں تبدیل ہو چکی ہیں، مگر ان سارے فتنوں کی گرم بازاری میں یہ امانت داری کس درجہ پُر عظمت ہے کہ جس طرح ان انتہائی مصائب میں اسلاف کے پیروں کو ذرہ برابر جنبش نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے نہ صرف صبر و خیر بلکہ رضاء و تسلیم کے جذبات دکھلائے تھے، اسی طرح آج کل دردناک مصیبتوں اور

ہولناک پریشانیوں میں اخلاف کے پائے استقلال کو بھی ادنیٰ جنبش نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے چہروں پر کسی ادنیٰ سی بدحواسی یا اداسی کی کوئی لکیر دکھائی دیتی ہے۔

بہرحال نوعی حیثیت سے اس علمی خاندان میں جو چیز قدرِ مشترک کے طور پر اسلاف واخلاف میں نمایاں نظر آتی ہے اور ساتھ ہی اس کے آثار بھی مشترک ہیں، وہ راہِ حق میں بے خوفی وبے باکی، اعلاءِ کلمۃ اللہ، اطفاءِ فتن اور دنیوی زندگی میں تحمل شدائد ومصائب، مگر بصد تسلیم ورضا ہے۔ حکومتی فتنہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فتنہ جو مذہب، قوم، فرقہ، تمدّن اور معاشرہ وسیاست کی راہ سے نمودار ہوا، ان حضرات کی نگاہِ دوربیں نے ہر رنگ میں اس کے اندازِ قد و قامت کو پہچانا اور مخلوق کو اس سے خبردار کیا۔ فتنہ مرزائیت کو اوّلاً اسی خاندان نے بھانپا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفساد سے علمی طور پر ملک کو آگاہ کیا جس سے لاکھوں انسان گمراہی کے اس جال سے بچ گئے حتیٰ کہ اس سلسلہ کی عملی تکمیل بھی بالآخر اسی خاندان کے ہاتھوں ہوئی۔

مجلس احرار نے امیر الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کی امارت وقیادت میں اس فتنہ کا عملی طور پر مقابلہ کیا اور اس سے زبردست ٹکّر لی جو ظاہر میں قادیانیت سے ٹکّر تھی مگر بلحاظِ حقیقت یہ ٹکّر برطانیہ کی طاقتور حکومت سے تھی۔ اس لیے ان حضرات کو قید وبند کے سارے ہی تشدّد آمیز مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بالآخر سیاسی پہلوؤں سے اس جماعت باطل کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روک دینے بلکہ محدود کردینے میں امیر الاحرار اور ان کے رفقاءِ کار کامیاب ہوئے جو ایک

تاریخی کارنامہ ہے اور زندۂ جاوید رہ کر جریدۂ عالم پر سنہرے حرفوں سے بطور یادگار ثبت رہے گا۔ فتنہ نیچریّت وآزادی، فتنۂ بدعات و محدثات، فتنۂ بے قیدی واطلاق اور فتنۂ تمدّن و تعیش نے ان بزرگوں کے دور میں مختلف رُوپوں سے ابھرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اعلیٰ ترین استقامت سے اس زیغ باطل پروَر کا مقابلہ کیا اور اسے شکستوں پر شکستیں دیں۔"

اس لیے اس خاندان کا اثر ورسوخ ہمہ گیر رہا۔ پنجاب میں خصوصاً اور بیرون پنجاب میں عموماً اس علمی گھرانے کو عزت ووقعت اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کے کلماتِ موعظت وہدایت کو دل کے کانوں سے سنا گیا۔ یہ اثرات پبلک سے گزر کر درباروں تک بھی پہنچے اور سلاطین وقت نے بھی ان بزرگوں کے سامنے سرِ عقیدت خم کیا۔

بہر حال مجموعی حیثیت سے یہ خاندان پنجاب کا ایک ممتاز علمی خاندان اور علم وفضل نیز جوہر عمل کے لحاظ سے ایک مانا ہوا قبیلہ رہا ہے جس نے ہمیشہ مسلمانوں کی علمی اور دینی خدمت انجام دی ہے۔ آج کا دور دین وتقویٰ کا دور نہیں اور نہ ہی دین کے لیے آج کے ناسازگار احوال مساعدت کر رہے ہیں۔ دین پر قائم رہنے والا غریب، اوپرا اور "کالقابض علی الجمر" (ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والے) کا مصداق ہے جس کا مادّی ماحول میں کوئی وقار نہیں۔ غیرتِ خداوندی نے نہ چاہا کہ

دین و دیانت کے ایسے پاک نمونے ایسے ناپاک ماحول میں رکھے جائیں۔ اس لیے انہیں اٹھالیا گیا۔

ایم مفتی

01-07-2022

بیان حافظ حسین احمد صاحب

حافظ حسین احمد صاحب سابق سینیٹر و رہنما جمعیت علماء اسلام کا بیان جو آپ نے رمضان المبارک سے قبل لکھوایا تھا، درج ذیل سطور میں پیش خدمت ہے۔

حافظ حسین احمد صاحب فرماتے ہیں:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب عمران خان وزیر اعظم پاکستان تھے۔ حافظ حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ آصف علی زرداری نے مولانا فضل الرحمٰن کو 2 ارب روپے دیے ہیں تاکہ عمران خان کی حکومت کو گرایا جاسکے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے سیاست اور حکومت سے تعلقات کے نتیجے میں جو ناجائز فوائد حاصل کیے اور کر رہے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1. مولانا فضل الرحمٰن کشمیر کمیٹی کے تیرہ سال سربراہ رہے اور اسلام آباد میں وزیروں کو ملنے والے گھر میں رہتے رہے۔
2. مولانا فضل الرحمٰن کے بھائی عطاء الرحمٰن سینیٹر ہیں۔
3. مولانا فضل الرحمٰن کے ایک بھائی لطف الرحمٰن ڈیرہ اسماعیل خان سے ایم پی اے ہیں۔
4. مولانا فضل الرحمٰن کا بیٹا اسعد محمود ایم این اے ہے جس کو جمعیت علماء اسلام کا پارلیمانی لیڈر بنایا گیا ہے۔ حالانکہ سینئر علماء مولانا عصمت اللہ اور مولانا

عبدالواسع موجود تھے۔(اسد محمود اور موجودہ حکومت میں وزیر ہے۔)

5. مولانا فضل الرحمٰن نے داماد کے بھائی زبیر علی کو پشاور کا میئر بنوایا۔

6. مولانا فضل الرحمٰن نے داماد کے باپ حاجی غلام علی کو سینیٹر بنوایا۔ حافظ حسین احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حاجی غلام علی غریب آدمی تھا اور ازار بند بیچا کرتا تھا۔

7. مولانا فضل الرحمٰن کو ڈیزل کے حوالے سے بدنام ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن نے حاجی غلام علی کو پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ڈیزل کے پرمٹ لے کر دیے تھے۔ جنرل نصیر الدین بابر مولانا فضل الرحمٰن کے خلاف تھے لیکن مولانا فضل الرحمان کو بے نظیر کی عورت کی حکومت کے خلاف نہ بولنے کے لیے ڈیزل کے پرمٹ لے کر دیے۔ اور خارجہ امور کمیٹی کے چیئرپرسن بھی بنے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے افغانستان میں ڈرون حملوں کی امریکہ کو اجازت بھی دی۔

8. مولانا فضل الرحمٰن نے اپنی اہلیہ کی بہن شاہدہ اختر علی کو ایم این اے بنوایا۔

9. حال ہی میں وفاقی شرعی عدالت نے سود کے خلاف فیصلہ دیا اور موجودہ کرپٹ حکومت جس کے سربراہ شہباز شریف ہیں اور ان کے شراکت دار آصف علی زرداری اور مولوی فضل الرحمٰن ہیں، موجودہ حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلے پر سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے بعد موجودہ حکومت کی سپریم کورٹ میں اپیل

میں جانے کے باوجود بھی مولوی فضل الرحمٰن اور ان کے ساتھی ایم این اے
موجودہ حکومت کا حصہ ہیں۔